شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

اک سفر اچھا رہا

7 ردسمبر کو پونے پانچ بجے شام ٗمہر ایکسپریس کے ذریعے ٗمیں ملتان سے راولپنڈی روانہ ہوا۔ گاڑی ٗ کوٹ ادو، لیہ، کندیاں ، فتح جنگ سے ہوتی ہوئی ٗ صبح کوئی سات بجے گولڑہ شریف پہنچی۔ گولڑہ شریف ٗحضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ مرجع خلائق ہے:

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا ٗ گستاخ اکھیّں کتھے جالڑیاں

حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی سعادت مند اولاد میں سے بابو جی محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ریلوے انجن سے بڑی رغبت تھی۔ اُن کا کہنا تھا کہ انجن میں بڑی خوبی یہ ہے کہ سواریوں سے بھرے ہوئے ڈبوں کو کھینچے لیے جاتا ہے اور ہر ایک کو اپنی اپنی منزل پہ پہنچاتا ہے۔ شاید بابو جی کی اس مرغوب تمثیل کے پیش نظر ہی محکمہ ریلوے نے گولڑہ شریف سٹیشن کو جہاں ریلوے کے پورے نظام میں استعمال ہونے والی تمام اشیاء (کراکری، فرنیچر، سگنل، لائن وغیرہ) کو رنگ برنگ پینٹ کے ساتھ بڑے سلیقے سے سجایا ہے۔ وہاں پرانے اور نئے انجنوں کے ماڈل بھی بڑی خوبصورتی سے ٗ شیشے کے پینس میں جاذب نظر بنا کر پیش کئے گئے ہیں کہ بچے تو بچے بڑے بھی انہیں شوق کے ساتھ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ گولڑہ شریف سے اسلام آباد کے راستے میں ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیاں ، اونچے نیچے راستے ، سبزہ ہی سبزہ! کچے گھروندوں میں بھی سرو اور چنار کے درخت عجب بہار دکھا رہے تھے۔ سرسبز پہاڑوں کے حصار میں فیصل مسجد اور اس کے پہلو میں ہلکی پھلکی خنکی ٗصبح کا سہانا سماں، سورج کے طلوع ہونے کا منظر بہت ہی دلکش تھا۔

اسلام آباد سے شیخوپورہ کا سفر موٹر وے سے طے کیا۔ پہلا پڑاؤ ’’کلر کہار‘‘ آیا۔ بلند و بالا پہاڑ کے ایک کٹاؤ میں ’’پی کا ک‘‘ اور ’’ڈی لائٹ‘‘ ٗ دو ہوٹل ، ایک خوبصورت مسجد، لان اور کیاریاں ، قسم قسم کے پودوں سے مزین ، حسین گملے۔ پنڈ دادنخان ، کوٹ مومن ، بھیرہ ، بھلوال ، دریائے جہلم ، پہاڑوں کا ایک لامتناہی سلسلہ......! عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کس طرح پہاڑوں کو بارود کے ذریعے ٗ روئی کے گالوں کی طرح اڑا کر ٗ یہ خوبصورت سڑک تعمیر کی گئی ہے۔ وہ انجینئر ، مزدور بے شک قابل صد تحسین کہ جن کی محنت سے اتنا عظیم منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ جگہ جگہ ’’ہنگامی کال‘‘ کے پوائنٹ ، ون وے دو رویہ بلکہ سہ رویہ سڑک ، سڑک کے دونوں جانب قطار اندر قطار ، چنار اور سفیدے کے درخت ، ارد گرد لوہے کا جنگلہ کہ کوئی جانور اندر آ کر ٹریفک کی روانی میں حائل نہ ہو۔ فضاؤں میں ٹھنڈی اور یخ بستہ ہوا اور ہوا میں بجتے ہوئے پتوں کی شہنائی ، صاف و شفاف ندیوں میں جھر جھر کرتا ہوا ٹھنڈے پانی کا جھرنا......دل فریب مرغزاروں کی دنیا......نیلگوں آسمان پر نیلی نشیلی جوش کھاتی ہوئی وسعتیں...... پوری آب و تاب سے چمکتا ہوا چاند......ہیرے کی کنیوں کی طرح دمکتے ہوئے ستارے......نیزے کی انیّوں کی طرح تیز کانٹوں سے لدے ہوئے کیکر اور ببول کے درخت مختلف رنگوں میں کٹے پھٹے پہاڑوں کی چٹانیں ......ہموار اور ناہموار راستے ......جنگلی پودوں پر خوبصورت پھولوں کی مہک ، کلیوں کی چٹک ، کانٹوں کی کسک ، بلبل کی

چہک، نرگس کی ادا اور کوئل کی صدا......غم والم کو غلط کر دینے والے قدرت کے حسین و دلکش مناظر، سرسبز پہاڑیاں اور ان پہاڑیوں کے لامتناہی سلسلوں پر جنگلی جھاڑیاں اور:

کھردرے ٹیلوں میں عظمت، پتھروں پہ بانکپن

گیروی رنگ کے چھوٹے چھوٹے میدان، میدانوں میں ننھی منی، سرسبز و شاداب کھیتیاں، ابر پاروں میں ابھرتا ہوا ماہ دلکشا، بادلوں کے خیمے اور کہرے کی قناتیں کہ جہاں عروسِ صبح اور اُداس شام کا سینہ، سرد ہواؤں کے نشتر سے باری باری چھیلا جاتا ہے اور پھر یہ سرد ہوا اپنے محبوب پتوں کی میت کو کاندھوں پہ لے کر چیختی چلاتی پھرتی ہے۔ایسے ہی خطوں کی سیاحت سے لطف اندوز ہوتا رہا ''سیروافی الارض'' کی تفسیر دیکھتا رہا۔ایسے میں مجھے خوشی محمد ناظرؔ کی نظم ''جوگی'' یاد آنے لگی جو ہم نے آٹھویں کلاس کی اردو کتاب میں پڑھی تھی:

کل صبح کے مطلعِ تاباں سے جب عالم بقعۂ نور ہوا
سب چاند ستارے ماند ہوئے خورشید کا نور ظہور ہوا
جانانہ ادائے گلبن تھی ، مستانہ ہوائے گلشن تھی
ہر وادی وادیٔ ایمن تھی ، ہر کوہ پہ جلوۂ طور ہوا
واں کلّہ کوہ پہ رہتا تھا ، اک مست قلندر بیراگی
تھی راکھ جٹوں میں جوگی کے اور انگ بھبوت رمائی تھی
تھا راکھ کا جوگی کا بستر اور راکھ کا پیراہن تن پر
تھی ایک لنگوٹی زیبِ کمر جو گھٹنوں تک لٹکائی تھی
جب جوگی سے آنکھیں چار ہوئیں تب جھک کر میں نے سلام کیا
پھر اُس بن باسی نے ناظرؔ سے یوں کلام کیا
کیوں بابا! ناحق جوگی کو تم کس لیے آ کے ستاتے ہو
میں پنکھ پکھیرو بن باسی، تم جال میں آ کے پھنساتے ہو
کوئی رونا دال چپاتی کا ، کوئی دعویٰ گھوڑے ہاتھی کا
کوئی شکوہ سنگی ساتھی کا تم ہو کو سنانے آتے ہو
شہروں میں ہے غل شور بہت ، بستے ہیں نگر میں چور بہت
ہے جھوٹ فریب کا زور بہت، سادھوں کی ہے بن میں جا بابا!
یہ دنیا رام کہانی ہے یہ دولت آنی جانی ہے
یہ عالم ، عالمِ فانی ہے ،باقی ہے ذاتِ خدا بابا

واقعی یہاں کے باسی، اغراض کے گہرے پردوں اور الفاظ کے جھوٹے نگوں سے خالی ہیں۔یہ لوگ پیزہ، برگر، کے ایف سی، میکڈانلڈ کی روشن خیالی سے نسبتاً پاک ہیں کہ ان کی:

باتوں میں اک خلوص ہے، لہجے میں اک مٹھاس

ان کے دلوں میں کوئی کھوٹ نہیں۔گنے کی پور کی طرح صاف ستھرے ہیں۔میں ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ شیخوپورہ انٹرچینج آ گیا۔دوسرے دن لاہور سے خیبر میل کے ذریعے ملتان کی راہ لی۔گاڑی مسافروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔بوتل، جوس، چائے ،کھانے، سلنٹی ٹافی بیچنے والوں کا ایک شور تھا کہ ایک عورت کی آواز سنائی دی جو اپنے خاوند سے کہہ رہی تھی۔''میں گلّی اپنے بہناں بھراواں لئی کافی آں......میں اوہنوں دو سناواں گی تے اوہنوں ٹھنڈ پوے گی......ایویں نئیں اوہنے بندہ بنناں......'' دوسری طرف سے موبائل فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ایک خاندان' کوٹ رادھا کشن سے اوکاڑہ جارہا تھا۔کوئی پندرہ کے قریب نفری ہوگی کہ بچّے کافی۔اللہ معافی !ایک عورت نے فون آن کیا۔''ہاں! کی گل اے......میں صُغراں بول رہی آں۔اَسّی اوکاڑے جارہے آں......گڈّی پتوکی توں گزر رہی اے......بی بی تے رَجّی وی نال نے......!''ایک عورت نے پیچھے سے لقمہ دیا''اینوں پُچھ......پَلکے اوکاڑے آوے گا؟''ایک بچے نے

سویاں دال خریدیں......’’بی بی‘‘ نے غصّہ سے کہا: ’’کی گل اے؟ جرا کو منہ بند نہیں رہ سکدا۔ گھروں کھا پی کے ای چلّے سی‘‘ میرے ساتھ تبلیغی جماعت کا ایک نوجوان محوِ گفتگو تھا۔ ’’بزرگ کہتے ہیں۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی......یقین نہیں تو کرکے دیکھو۔ سب کام اللہ سے ہونے کا یقین آجائے تو انسان کامیاب ہے......زندگی میں ایک چلّہ لگانا تو ضروری ہے۔‘‘ ساتھ بیٹھے بزرگ نے دخل دیا ’’بیٹا! تمہاری باتیں بالکل درست، تمہارا کام بہت عظیم! لیکن صرف اُس وقت جب ساتھ ساتھ آدمی معاملات میں بھی کھرا ہو۔ روزی حلال کرے جھوٹ فریب سے کام نہ لے۔ بیوی بچوں اور دوسروں کے دکھ درد کا احساس کرے۔ امانت میں خیانت نہ کرے۔ کم نہ تولے۔ بھائی کا حق نہ مارے......‘‘ یہ باتیں جاری تھیں کہ ملتان آ گیا۔ اور دوسرے ڈبّے سے ایک فقیر کی آواز آ رہی تھی۔

دلا! غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے ۔۔۔ باغیچے چھوڑ کر، خالی زمیں اندر سمانا ہے
نہ بیلی ہو سکے بھائی، نہ بیٹا باپ تے مائی ۔۔۔ تو کیوں پھرتا ہے سودائی، عمل نے کام آنا ہے

مدرسہ کیا ہے؟

’’مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے جہاں آدم گری و مردم سازی کا کام ہوتا ہے۔ جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، مدرسہ عالم اسلام کا پاور ہاؤس ہے جہاں اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، مدرسہ کا ایک سرا نبوت محمدی سے ملا ہوا ہے اور دوسرا اس زندگی سے، وہ نبوتِ محمدی ﷺ کے چشمۂ حیات سے پانی لیتا ہے اور زندگی کے ان کشت زاروں کو سیراب کرتا ہے۔ اگر وہ اپنا کام چھوڑ دے تو تمام کھیت سُوکھ جائیں اور انسانیت مُرجھانے لگے، نہ نبوتِ محمدی کا دریا پایاب ہونے والا؛ انسانیت کی پیاس بجھنے والی نہ نبوتِ محمدی کے چشمۂ فیض سے بُخل و انکار ہے نہ ہی انسانیت کے کاسۂ گدائی سے استغفار کا اظہار، ادھر سے ’’انّما انا قاسم‘‘ کی صدائے مکرّر ہے اور ادھر سے ’’ھل من مزید‘‘ کی فغانِ مسلسل، اور مدرسہ سے بڑھ کر کون ساز زندہ، متحرک اور مصروف ادارہ ہوسکتا ہے، زندگی کے مسائل بے شمار، زندگی کے رہزن بے شمار، مدرسہ نے جب زندگی کی رہنمائی اور دستگیری کا ذمّہ لیا تو اسے اب فرصت کہاں؟‘‘ (مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

تبدیلی ٹیلی فون نمبر، مرکز احرار چیچہ وطنی

سراجیہ دواخانہ، چیچہ وطنی میں جناب عبداللطیف خالد چیمہ کا فون نمبر تبدیل ہوگیا ہے۔ احباب رابطہ کے لیے نوٹ فرمالیں۔

نیا نمبر: **0445-485953**

پرانا نمبر: **610953**